

مروجہ حیلہ اسقاط

کی شرعی حیثیت
قرآن اور حدیث کی روشنی میں

تسلیف

مہولانا احمد علی مرادانی

Ketabton.com

ماہنامہ محمد یوسف، نورانی مآذین، کراچی

مکتبہ عشرہ مبشرہ

فون: 0300-6175026

بسم الله الرحمن الرحيم

مرّوجہ حیلہ اسقاط

قرآن وسنت کی روشنی میں

تتویر

مولانا احمد علی مردانی

ناشر

مکتبہ عشرہ مبشرہ

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆	نام کتاب	مروجہ حیلہ اسقاط قرآن و سنت کی روشنی میں
☆	تالیف	مولانا احمد علی مردانی (فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی)
☆	تعداد	(1000) ایک ہزار
☆	اشاعت اول	فروری 2013ء
☆	صفحات	48
☆	ناشر	مکتبہ عشرہ مبشرہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
7	تمہید	1
12	ایصالِ ثواب اور اہل سنت والجماعت کا موقف	2
15	مروجہ حیلہ کی تاریخی حیثیت (آغاز و ابتداء)	3
16	حیلہ کا عدم جواز	4
16	حیلہ کب جائز ہے؟	5
17	مروجہ حیلہ اسقاط کی چند صورتیں	6
17	مروجہ حیلہ اسقاط کی پہلی صورت	7
17	مروجہ حیلہ اسقاط کی دوسری صورت	8
18	مروجہ حیلہ اسقاط کی تیسری صورت	9
18	مروجہ حیلہ اسقاط کی چوتھی صورت	10
18	مروجہ حیلہ اسقاط کی پانچویں صورت	11

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
20	عدم جواز کے دس اسباب	12
20	پہلا سبب عدم جواز	13
21	دوسرا سبب عدم جواز	14
25	تیسرا سبب عدم جواز	15
27	چوتھا سبب عدم جواز	16
27	پانچواں سبب عدم جواز	17
30	چھٹا سبب عدم جواز	18
30	ساتواں سبب عدم جواز	19
31	آٹھواں سبب عدم جواز	20
31	نواں سبب عدم جواز	21
32	دسواں سبب عدم جواز	22
33	گیارہواں سبب عدم جواز	23
35	بارہواں سبب عدم جواز	24
36	تیرہواں سبب عدم جواز	25
36	خلاصہ کلام	26

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
37	فتاویٰ جات	27
38	کفایۃ المفتی	28
38	خیر الفتاویٰ	29
40	فتاویٰ مفتی محمود	30
41	آپ کے مسائل اور اُن کا حل (مولانا یوسف لدھیانوی)	31
41	احسن الفتاویٰ	32
43	مسائل رفعت قاسمی	33
43	فتاویٰ رشیدیہ	34
43	فتاویٰ بینات	35
45	فتاویٰ عثمانی	36
46	قول فیصل	37

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مؤلف

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ

محمّد وآلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعہم باحسان الی

یوم الدین۔ اما بعد! تمام امت مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ دین اسلام

کے احکامات کی تکمیل ہو چکی ہے اور قرآن کریم میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان

موجود ہے: **اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي**

ورضيت لكم الاسلام ديناً۔ پس اس کے بعد دین کے نام سے جو بھی عمل

کیا جائے گا وہ بدعت شمار ہوگی بالفاظ دیگر ایسا عمل دین اسلام پر اضافہ تصور کیا جائے

گا، زیر نظر تالیف میں میں نے ایک ایسے مسئلہ کی توضیح کی ہے جس کو ہمارے

معاشرے کے بعض افراد دین کا نام دیتے ہیں حالانکہ اس عمل (مروجہ حیلہ اسقاط)

کا قرآن و سنت میں کہیں بھی ذکر نہیں اور نہ ہی ائمہ اربعہؒ نے اس کے جواز کا قول

کیا ہے۔ الغرض یہ مختصر رسالہ درحقیقت اُن لوگوں کی تردید میں لکھا گیا ہے جو اس

مروجہ حیلہ اسقاط کو عبادت سمجھتے ہیں اور اسے باعثِ ثواب خیال کرتے ہیں حالانکہ نہ

تو یہ عمل (مروجہ حیلہ اسقاط) عبادت ہے اور نہ ہی یہ ثواب کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ اس

مختصر رسالہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور مجھ سمیت میرے والدین
، اساتذہ و احباب کے لیے ذخیرہ آخرت بنادیں ربنا تقبل منا انک انت
السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم
و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ
اجمعین و من تبعہم باحسان الی یوم الدین۔ آمین۔

بندہ

احمد علی مردانی

خورہ بانڈہ مردان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام

على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين

ہوں تو اہل بدعت کا ہر عمل میں یہی دعویٰ ہے کہ اُن کا ہر عمل قرآن و سنت کے موافق ہے

کار خیر ہے اور ثواب کا موجب ہے لیکن اگر کوئی مسلمان عمیق نظر سے اُن کے (یعنی

اہل بدعت کے) اعمال و افعال کو دیکھ لیں تو یہ امر بخوبی عیاں ہو جائے گا کہ اُن کے

افعال کا قرآن و سنت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اُن کے کئی اعمال و افعال قرآن و سنت

سے متصادم نظر آئیں گے ظاہر میں اہل بدعت کے بعض اعمال تو کار خیر نظر آتے ہیں

مگر باطنی اعتبار سے شریعت مطہرہ سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اگرچہ اہل بدعت اُن

اعمال کو کار خیر و ثواب سمجھتے ہوتے ہیں مگر شریعت کی روح سے متصادم ہونے کی وجہ

سے وہ اعمال بجائے ثواب کے گناہ ہوتے ہیں اور باعثِ ثواب ہونے کی بجائے

باعثِ عذاب ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم اُن افعال میں سے ایک فعل کی وضاحت

کرتے ہیں جن کے متعلق اہل بدعت کا دعویٰ ہے کہ یہ عمل کار خیر اور باعثِ ثواب ہے

جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عمل باعثِ ثواب نہیں۔ اور وہ فعل جس کے متعلق ہمارا اہل

بدعت سے اختلاف ہے وہ مروجہ حیلہ اسقاط ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط

ناجائز ہے اور مرتکبین مروجہ حیلہ اسقاط قرآن و حدیث کی راہ سے ہٹ کر چل رہے ہیں

مرتکبین بدعت (مروجہ حیلہ اسقاط) (جن کو اہل حق نے اہل بدعت نام سے موسوم کیا ہے) مروجہ حیلہ اسقاط کے جواز میں نہ تو قرآن کریم سے کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی ذخیرہ احادیث سے کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی مروجہ حیلہ اسقاط کے جواز میں کوئی اثر صحابی پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی مروجہ حیلہ اسقاط کے جواز پرائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کسی امام کا قول پیش کر سکتے ہیں۔

الغرض مجوزین مروجہ حیلہ اسقاط کے پاس نہ تو کوئی قرآنی آیت ہے جن سے جواز پر استدلال کیا جاسکے۔ اور نہ ہی کوئی حدیث پاک ﷺ ہے جن کو یہ حضرات (اہل بدعت) مستدل بنا سکیں اور نہ ہی ائمہ اربعہ میں کسی امام کا قول پیش کر سکتے ہیں۔ المختصر: خیر القرون کا دور مروجہ حیلہ اسقاط سے بالکل پاک رہا ہے پس مروجہ حیلہ اسقاط کو جائز سمجھنا اور اسے دین کا حصہ کو قرار دینا یقیناً افتراء علی صاحب الشریعہ ہے اور دین اسلام پر اضافہ ہے اور (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کے دین کو ناقص خیال کرنا ہے حالانکہ قرآن کریم میں صراحت مذکور ہے: **اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً**۔ اسی آیت کریمہ میں تکمیل دین کا ذکر ہے جبکہ مجوزین مروجہ حیلہ اسقاط اپنی مثل سے اس آیت کی تکذیب کر رہے ہیں اور اسی آیت مذکورہ بالا کی اسلامی مخالفت کرتے ہیں پس جب یہ بات میاں ہوگئی کہ تکلمین کے پاس ماسوا عبارات فقہاء کے کوئی دلیل نہیں تو یقیناً یہ (اہل بدعت) اپنے مثل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے کے

مخالف ہوئے پس وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اُن کے لیے دنیا و آخرت کی رسوائی ہے:

ارشادِ ربانی ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (سورة التوبة: 29)

ترجمہ: جو لوگ (اہل کتاب میں سے) اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

تفسیر: مفسرین نے لکھا ہے کہ آیات بالا میں یہاں جنگ کی چار وجوہ بتلائی گئی ہیں:

اول: لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ، یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، دوم: وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ، یعنی آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، سوم: لَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، یعنی ان چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے جن کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، چہارم: لَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ، یعنی سچے دین کو قبول نہیں کرتے۔ (اور سچا طریق یہی ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط سے اعراض کیا جائے اور طریق محمد ﷺ کو اختیار کیا جائے اس لیے کہ طریق محمد ﷺ میں مروجہ حیلہ اسقاط کا کہیں بھی ذکر نہیں یہاں تک کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے بھی کسی ایک

کی زندگی میں یہ سراجِ حیلہ نہیں پایا گیا)۔ ایک اور جگہ قرآن کریم میں ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا لَكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
لَمْ لَا يُسْجِدُوا لَكَ أَنفُسُهُمْ حَرَجًا مِّنَّا قَضَيْتَ
وَيَسْلُمُوا أَسْلَامًا (سورة النساء: 65)

ترجمہ: پس اسے نبی ﷺ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان ہی نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنالیں مگر جو حکم آپ حکم فرما دے گا وہ اس میں اس سے کوئی فرج محسوس نہ کریں۔

تفسیر: مندرجہ ایت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے امراض کرنے والے سے ایمان کی نفی کی گئی ہے کہ وہ شخص صاحبِ ایمان ہی نہیں ہے جو آپ ﷺ کو اپنے سوالات میں لھلھلا کر دے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ أَحْدَثَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مَّتَّقُوا عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لِمَنِ الْإِعْصَامُ بِسَاءَ الْكِتَابِ وَالصِّفَةِ مِنْهُ (۱۷)

جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی ایسی بات نکالی جو دین میں داخل نہیں تو وہ بات اسی شخص پر مراد ہے۔ (اور یقیناً مرادِ حیلہ اسکا دین اسلام میں داخل نہیں بلکہ دین اسلام سے مرادِ حیلہ اسکا دین کا اور کا بھی تعلق نہیں ہے جس مرادِ حیلہ اسکا دین مراد ہوگا انہیں میں انہیں ہوگا)

مرید: اور آپ ﷺ کا فرمان ہے
مَنْ أَحْدَثَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مَّتَّقُوا عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لِمَنِ الْإِعْصَامُ

باب الغزوات باب فی غزواتہ ﷺ وبعوثہ الخ

باب الغزوات باب الاعتصام بالكتاب والسنة ص ۲۱

جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس بدعت کے برابر سنت پر عمل کی
جو کوشش کی جاتی ہے (اور مروجہ حیلہ اسقاط کا بدعت ہونا بالکل ظاہر ہے اس لیے کہ
قرآن و حدیث میں اس کا کہیں بھی ذکر نہیں اور یہی امر اس کے بدعت ہونے کی
جسے دلیل ہے)

حریر: آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي

وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا

عليها بالنواجذواياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة

بدعة وكل بدعة ضلالة (مشکوۃ)

کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا تو تم میری اور میرے

خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا سنت کو مضبوطی سے اختیار کرنا اور کچلیوں سے

پکڑنا اور نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(اور مروجہ حیلہ اسقاط یقیناً نہ تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے اور نہ ہی یہ

خلفاء راشدین کا طریقہ ہے اور نہ ہی دیگر اصحاب رسول ﷺ کا طریقہ ہے)

پس قرآن و سنت اور خلفاء راشدین کی طریق کی موافقت یہی ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط

سے بچا جائے اور اس سے مکمل اجتناب کیا جائے نہ کہ مروجہ حیلہ اسقاط کو جو ب کا درجہ

دیکر اہتمام کے ساتھ ادا جائے کیا جائے۔ مزید براں قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
 (اے مسلمانو!) تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک میں اچھی اقتداء
 ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات تمہارے لیے نہایت ہی بہترین نمونہ ہے۔
 ایت مذکورہ بالا کی تلاوت کے بعد اہل بدعت کو خود سوچنا چاہیے کہ وہ رسول اللہ
 ﷺ کی کتنی اطاعت کرتے ہیں کیا مروجہ حیلہ اسقاط میں وہ (یعنی اہل بدعت)
 رسول اللہ ﷺ کے مطیع ہیں؟ یا پھر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے ہیں؟
 الغرض مندرجہ بالا تمام تحریر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن و سنت سے مندرجہ
 بالا عمل (مروجہ حیلہ اسقاط) کا ثابت نہ ہونا اس امر پر دال ہے کہ یہ (مروجہ حیلہ اسقاط)
 امر بدعت ہے اور جرمِ عظیم ہے اور اس کو دین سمجھنا گویا دین اسلام کو ناقص خیال
 کرنے کے مترادف ہے اور تکمیل دین کا انکار ہے پھر بھی مندرجہ بالا مسئلہ کی توضیح میں
 درج ذیل چند سطور تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ یہ امر اور زیادہ واضح ہو جائے کہ مروجہ حیلہ
 اسقاط سنت نہیں بدعت ہے اور یہ عمل (مروجہ حیلہ اسقاط) باعثِ ثواب نہیں
 باعثِ عذاب ہے۔

ایصالِ ثواب کا عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کا موقف

اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ امواتِ مسلمین کو ثوابِ عباداتِ بدنیہ و عباداتِ مالیہ کا پہنچتا ہے خواہ فاتحہ ہو یا کوئی خیرات و حسنات ہو۔ البتہ شریعت نے ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن یا کوئی خاص عمل مقرر نہیں کیا، بلکہ جس دن بھی ممکن ہو ایصال کرنا

جائز ہے اور اس کے لیے کوئی خاص عبادت بھی مخصوص نہیں ہے، کسی بھی نیک کام کا ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان

پس اگر دعاِ احیاءِ اموات کے لیے نافع نہ تھی کیوں تعلیم کی گئی۔

قال الله تعالى لنبيه ﷺ: وصل عليهم

ان صلواتک سکن لهم۔

پس اگر نماز جنازہ مومنین کو نافع نہ ہوتی رسول اللہ ﷺ مامور نہ ہوتے اور اس کو سکن

کیوں فرماتے۔

وفي مشكوة عن سعد عبادة قال يا رسول الله ﷺ: ان ام

سعد ماتت فاي الصدقة افضل قال الماء

فحفر بيرا او قال هذا لام سعد رواه ابو داود۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے پانی کے صدقہ کا ثواب پہنچانے کا امر

فرمایا اگر نہ ہو پختا کیوں فرماتے۔

مشكوة میں ہے: ایک شخص کافر نے سوغلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی،

اس کے بیٹے نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

فقال رسول الله ﷺ انه لو كان مسلما فاعتقهم عنه

او تصدقتم او حججتم عنه بلغه ذلك رواه ابو داود۔

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اُس کو اعتاق و صدقہ و حج کا ثواب پہنچتا۔

شرح الصدور میں ہے:

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: ما للميت في قبره الا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من اب او ام او ولد او صديق ثقة فاذا لحقته كانت احب اليه من الدنيا وما فيها وان الله تعالى ليدخل على اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحياء الى الاموات الاستغفار لهم، قال البيهقي: قال ابو علي الحسين بن علي الحافظ: هذا حديث غريب من حديث عبد الله بن المبارك. (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور للامام جلال الدين السيوطي. باب ما ينفع الميت في قبره. ص ۱۲۲)

ہدایہ میں ہے:

من كتب الفقه ان للانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوماً او صدقة او غيرها عند اهل السنة والجماعة شرح العقائد النسفية میں ہے:

وفي دعاء الاحياء للاموات وصدقته عنهم

نفع لهم خلافاً لمعتزلة.

بعض اُمور فی نفسہ مباح و جائز ہوتے ہیں مگر مفسد عارضہ سے قبیح ہو جاتے ہیں اور یہی بات میت کو ایصالِ ثواب میں ہے کہ ایصالِ ثواب جائز بالکل مستحسن عمل ہے مگر اُس میں اپنے طرف قیود وغیرہ لگانا یہ ناجائز ہیں اور اس سے ایصالِ ثواب کا عمل بھی متاثر ہو جاتا ہے۔

مروجہ حیلہ کی تاریخی حیثیت (آغاز و ابتدا)

مروجہ حیلہ اسقاط کی ابتداء کے متعلق حتمی و یقینی قول تو نہیں کیا جاسکتا البتہ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس بدعت کا آغاز خیر القرون کے بعد ہوا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک سیرت اس عمل کا نام و نشان تک نہیں، اسی طرح اصحاب رسول ﷺ کی مبارک زندگیاں بھی اس عمل سے خالی گزری ہیں اور اسی طرح تابعین (یعنی اصحاب رسول ﷺ کے شاگردوں) کا عہد بھی اس عمل سے خالی گزرا ہے پس جب خیر القرون کا عہد گزرا تو اُس وقت تک مروجہ حیلہ اسقاط کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اُس کے بعد کسی عہد میں اس کا آغاز ہوا مگر اُس وقت اس کی کیفیت یہ نہیں تھی کہ جس کیفیت کے ساتھ آج کل کیا جاتا ہے بلکہ اُس وقت ایک فقیر کی طرف سے فقط اُس وقت یہ حیلہ کیا جاتا تھا کہ جب اُس کے مال کا ثلث (تیسرا حصہ) موت کے وقت اُس کی نمازوں روزوں کی فدیہ کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہوتا تھا تو اُس دور کے بعض فقہاء نے چند شرائط کیساتھ حیلہ اسقاط کی اجازت دی پھر اہستہ اہستہ جیسا ہی زمانہ خیر القرون سے دور ہوتا چلا گیا اُسی حیلہ میں نئی نئی چیزیں شامل ہوتی چلی گئی اور آج

یقیناً اس حیلہ نے ایک نئی شکل اختیار کر لی ہے جس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ وہ حیلہ ہے کہ جس کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے سراسر غلط اور ان پر بہتان ہے اس لیے کہ دور حاضر کے حیلہ اسقاط اور حیلہ قدیم میں بہت بڑا فرق ہے اس لیے یہ کہنا اس کی اجازت نور الایضاح یا فتاویٰ سمرقندی وغیرہ کتب میں منقول ہے سراسر غلط ہے اسی طرح مختلف کتب فقہیہ کی عبارات کو مروجہ حیلہ اسقاط کے جواز کے لیے بطور دلیل پیش کرنا بھی سراسر غلط ہوگا۔ اس لیے کہ جس حیلہ کی اجازت فقہاء سے منقول ہے وہ کیفیت و حالت کے اعتبار سے اور ہے اور یہ اور ہے پس زمانہ قدیم کے حیلہ کا جواز مستلزم نہیں کہ دور حاضر کا مروجہ حیلہ اسقاط بھی جائز ہو اور یہ بات ایک عاقل عالم سے مخفی نہیں (نافہم)۔

حیلہ کا عدم جواز

فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل کے آغاز میں لکھا ہے:

ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ جس کو آدمی اس واسطے کرتا ہے کہ اس سے حق غیر باطل ہو جائے (اور مروجہ حیلہ اسقاط میں فقراء کے حق کے بطلان کا سوچا جاتا ہے) یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہے تو وہ مکروہ ہے (فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل فصل اول)

حیلہ کب جائز ہے؟

فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل میں مرقوم ہے:

ہر وہ حیلہ جس کو بدیں غرض کرتا ہے کہ حرام سے خلاص ہو یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہنچ جائے یعنی حلت حاصل ہو تو یہ جائز ہے اور اس قسم کے جواز کے واسطے اصل یہ

ہے ہم اللہ تعالیٰ سے لہجہ ملا ہے کہ خذ بیدک ضغثاً فما ضرب ولا ترحل
یعنی اپنے ہاتھ میں ایک لٹا لے کر ایک بار مار دے اور قسم میں مجھو نہ ہو۔
مطرح اب علیہ السلام کے واسطے تعلیم تھی کہ اپنی قسم میں مجھو نہ ہونے پائیں کہ
انہوں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیوی کو سولائیاں ماروں گا اور عامۃ المشائخ کے نزدیک
اس کا علم منسوخ نہیں ہے اور یہی مذہب صحیح ہے کذا فی الذمیرہ
(فتاویٰ عالمگیری کتاب النیل فصل اول)

(چونکہ مروجہ حیلہ اسقاط میں مندرجہ بالا اغراض مفقود ہیں اس لیے اس کے متعلق عدم
جواز ہی کا حکم ہوگا)

مروجہ حیلہ اسقاط کی چند صورتیں

مروجہ حیلہ اسقاط کی پہلی صورت

(1) بعض مقامات پر یہ حیلہ بایں طریق ادا کیا جاتا ہے کہ صرف قرآن مجید فقیر کو دیکر
یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لیے اس کی کوئی قیمت
نہیں اور بوجہ بے قیمت ہونے کے تمام نمازوں اور روزوں اور دیگر واجبات کا جس
قدر کفارہ میت کے ذمہ ہو اس سب کے بدلے میں ہم یہ قرآن دیتے ہیں اور فقیر
قبول کر لیتا ہے۔

مروجہ حیلہ اسقاط کی دوسری صورت

بعض مقامات میں لوگ کچھ غلہ فقیر کو یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ میت کے ذمہ جو کچھ گناہ تھے

دوہم نے اپنے اوپر لئے؟ اور جاہل فقیر کہتا ہے کہ لے اور وہ ملاساں کہ سب یا جاتا ہے۔

مروجہ حیلہ اسقاط کی تیسری صورت

بعض مقامات پر یہ حیلہ بایں طریق کیا جاتا ہے کہ جنازہ کے بعد دفن کرنے سے پہلے میت والا گھر سے کچھ منہائی اور ایک چھابہ میں تھوڑی گندم اور نمک کا ایک ڈبہ اور قرآن مجید اور کچھ نقدی لے آتا ہے جنازہ خواں مولوی صاحب دل میں اس پر کچھ پڑھتا ہے پھر اپنی دائیں طرف والے کو کچھ کہتا ہے کہ یہ چیزیں میں نے تجھے بخشی ہیں۔ پھر وہ دوسرے کو کہتا ہے اسی طرح یہ عمل تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہتا ہے۔

مروجہ حیلہ اسقاط کی چوتھی صورت

بعض مقامات پر یہ حیلہ بایں طریق کیا جاتا ہے کہ میت کو مسجد کے اندر لے جایا جاتا ہے سات شخص ملکر بیٹھتے ہیں بیچ میں سوا من گیہوں اور کچھ رقم قرآن مجید کا ہدیہ قرآن کریم کے اوپر رکھ کر پیش امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ گیہوں اور رقم قرآن کریم کا ہدیہ بدلے اس میت کے گناہ کبیرہ و صغیرہ روزہ و نماز شرک و بدعت جو بارہ سال سے بعد کئے ہیں عاقل بالغ ہونے سے اس کے بدلے میں یہ گندم اور رقم قرآن کریم کا ہدیہ واسطے اللہ تعالیٰ دیا اور یہ اس طرح یہ جملہ اُس مجمع کا ہر فرد دہراتا چلا جاتا ہے۔ اور بالا خر پھر اُس مولوی صاحب کے پاس دوبارہ وہ چیزیں و رقم لوٹ کر آ جاتی ہیں۔

مروجہ حیلہ اسقاط کی پانچویں صورت

بعض مقامات پر ایک دائرہ سا مولوی حضرات بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور اُن میں ایک

کے ہاتھ میں قرآن ہوتا ہے جو نمبر وار ایک دوسرے کو دیتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ پہلے مولوی صاحب کے ہاتھ دوبارہ لوٹ کر آ جاتا ہے۔ بعض مقامات پر یہی عمل کئی بار کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ بھی کئی حیلہ اسقاط کے طریقے رائج ہیں۔



عدم جواز کے دس اسباب

حیلہ اسقاط کے مروجہ تمام طریقے بسبب چند وجوہ ناجائز ہیں:

پہلا سبب عدم جواز

قرآن کریم سے عدم ثبوت

قرآن و سنت سے عدم ثبوت کی بناء پر مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز و حرام ہے یہ امر روز روشن کی طرح واضح و بین ہے کہ دین اسلام کے دو اصول ہیں یعنی قرآن و سنت (احادیث نبویہ ﷺ)۔ اور دو فروع ہیں یعنی اجماع و قیاس۔ احکام اسلام کے ثبوت میں اس امر کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے کہ اُن کی بنیادیں قرآن و حدیث سے اُٹھی ہوئی ہوں یا کم از کم وہ امر و معاملہ اجماع اُمت سے ثابت ہو اور حیلہ اسقاط کے ثبوت میں نہ تو کوئی شخص کسی قرآنی آیت کو بطور دلیل پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی حدیث کو مستدل کے طور پر سامنے لایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اجماع اُمت اس مروجہ حیلہ اسقاط کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ پس ایک ذی عقل شخص کو سمجھانے کے لیے بس اتنا بھی کافی ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط کا قرآن و حدیث سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے اور ہی اس کا اجماع اُمت سے کوئی تعلق ہے۔ فافہم یا اولی الابصار۔

دوسرا سبب عدم جواز

سنت رسول ﷺ سے عدم موافقت

مروجہ جملہ اسقاط کی جواز کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے اور شریعت مطہرہ یہ امر وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ عبادت کا کوئی بھی عمل تب مقبول ہوگا جب وہ سنت رسول ﷺ کے موافق ہوگا پس اگر کوئی عمل طریق نبی ﷺ سے مطابقت نہ رکھے تو وہ عمل مردود ہوگا۔ چنانچہ ارشاد الطالین میں محدث حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب "پانی پتی نے حدیث نقل کی ہے:

ان القول لا يقبل مالم يعمل به وكلاهما لا يقبلان بدون

النية والقول والعمل والنية لا تقبل مالم توافق السنة -

خن مقبول نیست بدون عمل کردن و ہر دو مقبول نیستند بدون نیت و ہر سہ مقبول نیستند کہ

موافق سنت نباتند (ص ۲۸) یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا اور یہ دونوں (یعنی قول

و عمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہ ہوں گے اور قول و عمل اور نیت مقبول ہونے

کے لیے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہوں۔

اورایت لیبلو کم ایکم احسن عملا کی تفسیر میں منقول ہے:

ذكر وافي تفسير احسن عملاً وجوها (احدهما) ان يكون

اخلاص الاعمال واصوب لان العمل اذا كان خالصا غير

صواب لم يقبل وكذلك اذا كان صوابا غير خالص

فالخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على

السنة۔ یعنی احسن عملاً سے مراد عمل مقبول ہے اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہو۔
 اور صواب بھی ہو، اگر عمل خالص ہو مگر صواب نہیں ہے تو وہ مقبول نہیں ہے۔ عمل خالص
 وہ ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے
 مطابق ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۲۳)

اور یقیناً اہل بدعت کو بھی یہ معلوم ہے کہ اُن کا یہ عمل یعنی مروجہ حیلہ اسقاط
 سنت رسول ﷺ کے مطابق نہیں۔
 حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

لا يستقيم قول وعمل ونية الا بموافقة السنة
 یعنی کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت
 کے موافق نہ ہو (تلمیس ابلیس ص ۹)

اور یقیناً تمام اہل بدعت یہ جانتے ہیں کہ مروجہ حیلہ اسقاط کا رسول اللہ ﷺ کی
 سیرت میں ذکر تک نہیں۔ پس عدم ذکر و عدم وجود اس بات کو مستلزم ہے کہ اس عمل کو
 ترک کیا جائے نہ کہ اپنایا جائے یہی سیرت رسول ﷺ کا تقاضہ ہے۔
 حضرت احمد بن ابی الحواریؒ سے منقول ہے:

من عمل بلا اتباع سنة فباطل عمله
 یعنی جو بھی عمل اتباع سنت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے (الاختصاص ص ۱۱۴ ج ۱)
 اور مروجہ حیلہ اسقاط میں اتباع رسول ﷺ یہی ہے کہ اس عمل (مروجہ حیلہ اسقاط) کو
 ترک کیا جائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

لا یقبل قول بلا عمل ولا یقبل عمل بلا اخلاص و

اصابة السنة (فتح ربانی ج ۱ ص ۱۴)

کوئی قول عمل کے بغیر قابل قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں جب تک

کہ اس میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو۔

مروجہ حیلہ اسقاط بھی ایک عمل ہے اور یہ عمل یقیناً سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی موافقت

نہیں کرتا۔ پس اس کا ناجائز ہونا امر بدیہی ہوا۔

پس مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں ہمارا اہل بدعت سے یہی سوال ہے کہ وہ مروجہ

حیلہ اسقاط میں رسول اللہ ﷺ کے مطیع ہیں؟ یا پھر رسول اللہ ﷺ کے باغی ہیں؟

مزید براں سننِ ترمذی میں ہے:

عن عبد الله بن مغفل قال سمعني ابي وانا في الصلوة

اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال لي ابي حدث

اياك والحدث قال ولم ارا احدا من اصحاب رسول الله ﷺ

كان ابغض اليه الحدث في الاسلام يعني منه۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے نماز میں سورۃ فاتحہ کے

شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر (بلند آواز سے) پڑھی

تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بولے اے میرے پیارے بیٹے! یہ بدعت

ہے اس سے بچتے رہو۔ میں نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی چیز سے

اس قدر عداوت رکھتے ہوں جتنا وہ بدعت سے رکھتے تھے

(ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجہر ببسم

اللہ الرحمن الرحیم) اس روایت بالا میں غور فرمائیے کہ بسم اللہ سر (آہستہ

پڑھنے کے بجائے جہراً (بلند آواز سے) پڑھنے کو ایک صحابی رسول ﷺ ناپسند

فرما رہے ہیں اور بدعت کا فتویٰ دے رہے ہیں اور بدعت ہونے کی دلیل یہی دیتے

ہیں کہ: وقد صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر وعمر ومع

عثمان فلم اسمع احداً منهم یقولہا فلا تقلہا اذا انت صلیت

فقل الحمد لله رب العلمین۔ یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک

کے ساتھ نماز پڑھی ہے کسی کو بسم اللہ بالجہر پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد لله

والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر وانا قول الحمد لله

والسلام علی رسول اللہ ولیس ہکذا علمنا رسول اللہ ﷺ

علینا ان نقول الحمد لله علی کل حال (ترمذی شریف

ج ۲ ص ۹۸ باب ما یقال العاطس اذا عطس) حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما کے سامنے ایک آدمی نے چھینک کر الحمد لله کیساتھ والسلام علی

رسول اللہ ﷺ کی زیادتی کی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس زیادتی

کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسی تعلیم نہیں دی، ہم

کو چھینک کر صرف، الحمد للہ علی کل حال، کہنا سکھایا ہے۔
 بنا بریں حضرت امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے: کہ اگر تم کوئی کام شارع علیہ السلام کے
 حکم اور پیروی کے بغیر کرو گے اگرچہ وہ کام عبادت کی صورت میں کیوں نہ ہو
 وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ کا کام ہے (مکتوب ص ۹)

اب مرتکبین مروجہ حیلہ اسقاط کو ذرا سوچنا چاہیے کہ کیا ان حضرات کا یہ عمل (مروجہ حیلہ
 اسقاط) نبی ﷺ کا فعل ہے؟ یا پھر کسی صحابی کا فعل ہے؟ پس اگر یہ (مروجہ حیلہ
 اسقاط) عمل جو نہ تو نبی ﷺ کی سیرت میں ہے اور نہ ہی کسی صحابی رسول ﷺ کی
 سیرت میں ہے ایک امر بدعت ہی ہے۔ اور امر بدعت ایک سنگین جرم ہے۔

تیسرا سبب عدم جواز

طریق صحابہ کی مخالفت

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد پہلا
 مقام و مرتبہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے پھر حضرت عمر فاروق رضی
 اللہ عنہ کا ہے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کا رتبہ ہے۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ (جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنت کی
 بشارت دی ہے) ان کے بعد پھر بقیہ اہل بدر و اہل احد و انصار و غیرہ صحابہ
 کرام کا درجہ بدرجہ رتبہ ہے ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا رتبہ ہے۔ حضرت
 عبداللہ بن مبارک (تابعی المتوفی ۱۸۱ھ) سے دریافت کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ (صحابی) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز (تابعی المتوفی ۱۰۱ھ) میں کون

افضل ہے؟ تو آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا: قسم بخدا! جو مٹی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوئی ہے وہ حضرت عمر بن عبد العزیز جیسے سوبز رگوں سے بہتر ہے۔ سئل ایما فضل؟ معاویۃ او عمر عبد العزیز فقال واللہ لغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ ﷺ خیر من مائة مثل ابن عبد العزیز (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۱) پس جب ایسے عظیم ہستیوں کی زندگیوں کا ہم نے مطالعہ کیا تو ہمیں نہ تو خلفاء اربعہ کی سیرت میں مروجہ حیلہ اسقاط نظر آیا ہے اور نہ ہی عشرہ مبشرہ کی زندگیاں مروجہ حیلہ اسقاط سے مربوط تھیں اور نہ ہی بقیہ اصحاب بدر و احد کی زندگیوں میں یہ عمل دیکھا گیا اور نہ ہی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبے والے صحابی نے اس عمل کے جواز کا فتویٰ دیا اور نہ ہی کسی نے اس کے خیر ہونے کا قول کیا۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کی کم و بیش تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کی زندگیاں اس منکر عمل سے خالی گزری ہیں جو اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ یہ عمل باعثِ ثواب نہیں ورنہ اصحاب رسول ﷺ کی یہ کثیر تعداد کبھی بھی اس عمل کو ترک نہ فرماتے پس جب تمام صحابہؓ نے متفقہ طور پر اس عمل کو اختیار نہیں فرمایا یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ عمل دین نہیں بلکہ اس کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں، پس اب جو لوگ اس کو دین سمجھیں گے اور اس کو دین سمجھ کر کریں گے یقیناً وہ لوگ اس صورت مذکورہ میں طریق صحابہؓ کے مخالف سمجھیں جائیں گے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ طریق صحابہؓ کی مخالفت میں دنیا و آخرت کی ناکامی ہے اور

دنیا و آخرت کی رسوائی ہے۔

چوتھا سبب عدم جواز

طریق ائمہ اربعہ سے روگردانی

ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل) میں سے کوئی ایک نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا ہے کہ جس نے مروجہ حیلہ اسقاط کو جائز لکھا ہو۔ یا ان چاروں میں سے کسی نے حیلہ اسقاط کا اہتمام کیا ہو پس مقلد اور حنفی ہونے کے دعویداروں کو چاہیے کہ کم از کم اپنے امام کی تو پیروی کرے اور یقیناً امام ابوحنیفہ کی پیروی کی صورت میں قائلین حیلہ اسقاط کو حیلہ ترک کرنا پڑے گا اور وہ اس لیے کہ امام ابوحنیفہ سے کسی ایک کتاب میں مروجہ حیلہ اسقاط کے جواز کا قول موجود نہیں۔

پانچواں سبب عدم جواز

بدعت

ہر وہ عمل جو قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو اور اس کو ثواب کی نیت سے کی جائے وہ بدعت ہے چنانچہ شامی ج ۲ ص ۵۲۳ میں بدعت کی تعریف بایں الفاظ منقول ہے:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقى عن رسول اللہ ﷺ

من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل

دینا قویما و صراطا مستقیما۔

بدعت وہ چیز ہے جو اس حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو رسول اللہ ﷺ سے اخذ

سیا گیا ہو یا علم ہو یا عمل یا حال اور کسی شبہ کی بناء پر اس کو اچھا سمجھ کر دین تویم اور
صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔

اور یہ بات گزشتہ سطور میں واضح طور پر سامنے میں آچکی ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط قرآن
بنت سے ثابت نہیں پس اس کا بدعت ہونا بالکل واضح ہوا۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ بدعت ابلیس کو تمام گناہوں سے
زیادہ محبوب ہے اس لیے کہ گناہوں سے تو توبہ ہو سکتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی
جاسکتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ گنہگار تو یہ سمجھتا ہے کہ میں گنہگار ہوں تو اس کے توبہ
و استغفار کی اُمید ہے اور بدعتی یہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت و عبادت کر رہا ہوں تو یہ نہ توبہ
کرے گا نہ استغفار، یہ مضمون خود ابلیس سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے بنی آدم
کی کمر معاصی اور گناہوں سے توڑ دی اور انہوں نے میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑ
ی تو میں نے ان کے لیے ایسے گناہ نکالے ہیں کہ جن سے وہ نہ استغفار کرتے ہیں
اور نہ توبہ اور وہ بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں
(مجلس الامام ۱۸ ص ۱۳۹)

مجمع البحرین کے مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے: کہ ایک شخص نے عید کے دن
نماز عید سے پہلے عید گاہ میں نفل نماز پڑھنے کا ارادہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس
کو منع کیا اُس نے کہا یا امیر المؤمنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر
عذاب نہیں کرے گا (پھر کیوں مجھے نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے؟) حضرت علی رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا جب

تک کہ رسول اللہ ﷺ نہ کیا ہو یا ترغیب نہ دی ہو تو تیری یہ نماز عبث ہے اور عبث کام (عبادت میں) حرام ہے، شاید اللہ تعالیٰ تجھ کو اس پر عذاب دے اس لیے کہ تو نے رسول ﷺ کے خلاف کیا۔

مندرجہ بالا روایت میں غور کرنے سے درج ذیل امور سامنے آ جاتے ہیں: کہ عید کی نماز سے قبل دو رکعت نفل نماز رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی حالانکہ نماز عبادت ہے، نماز میں قرآن خوانی ہوتی ہے، تسبیح پڑھی جاتی ہے، ابتدا سے انتہاء تک خدا کا ذکر ہوتا ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منع کرنا قرآن و تسبیح خوانی اور ذکر اللہ سے منع کرنے کے مرادف ہے؟ (ہرگز نہیں۔) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دُعائیں لوگوں کو سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ دُعائیں اس طرح ہاتھ اٹھا نا بدعت ہے رسول اللہ ﷺ دُعاء کے وقت سینہ سے اوپر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

عن ابن عمر انه يقول ان رفعكم ايديكم بدعة مازاد رسول الله ﷺ على هذا ديعنى الى الصدر (رواه احمد)

یعنی دُعائیں استسقاء کے موقع کے سوا آپ ﷺ کی عادت شریف سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھانے کی نہ تھی۔ لہذا صحابی (حضرت ابن عمرؓ) نے فوراً بدعت ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ اور یہ بات کہ ہر وہ عمل جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور کوئی اُس کو ثواب سمجھ کر کر لے وہ بدعت شمار ہوتی ہے اور اس بات کی مؤید مندرجہ بالا تمام روایات ہیں کہ جن میں اصحاب رسول ﷺ نے طریق محمد ﷺ سے متصادم امر کو بدعت

فرمایا ہے۔ اور بدعت کا جرم ہونا اور اس کا جرم عظیم ہونا بھی مندرجہ بالا روایات سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔ اور حیلہ اسقاط کا بدعت ہونا بالکل بدیہی ہے۔

چھٹا سبب عدم جواز

عدم تملیک فقیر (ایک لغو فعل)

حیلہ کے جواز میں تملیک فقیر ضروری ہوتی ہے۔ وہ مروجہ اسقاط میں صحیح معنوں میں نہیں ہوتی۔ جیسا کہ امداد الاحکام کے صفحہ نمبر ۱۸۳ پر مرقوم ہے: فذیہ میں صوم صلوٰۃ وکفارت وغیرہ میں تملیک عین شرط ہے، اور صورت مذکورہ (مروجہ حیلہ اسقاط) میں تملیک عین نہیں ہوتی، بلکہ ابراء دین ہے، اور ابراء دین سے زکوٰۃ وکفارت ادا نہیں ہوتے، لہذا (مروجہ حیلہ اسقاط کی) یہ صورت محض لغو ہے۔ قال فی العالمگیریۃ رجل له علی فقیر مال و اراد ان یتصدق بماله علی غریمہ و یحتسب بہ عن زکوٰۃ ماله فقد عرف من اصحابنا انه لا یتاوی بالدين زکوٰۃ العین ولا زکوٰۃ دین اخر

ساتواں سبب عدم جواز

اعمال تکفین کا جزء سمجھنا

مروجہ حیلہ اسقاط اعمال تکفین کا جزء سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

آٹھواں سبب عدم جواز

دین کو ناقص خیال کرنے کا عقیدہ

اہل بدعت مروجہ حیلہ استقامت کو ثواب خیال کر کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ قرآنی آیت
الیوم اکملت لکم دینکم الخ غلط ہے۔ اور یقیناً یہ عقیدہ کفریہ عقیدہ ہے۔

نواں سبب عدم جواز

قبرستان یا قبل یا بعد از نماز جنازہ کی تخصیص کی جاتی ہے

اگر کوئی شخص مثلاً افلاس کی حالت میں فوت ہو گیا تو استقامت کرنے کے لیے قبرستان
وغیرہ کی تخصیص کی جاتی ہے اور یہ امر بھی فی نفسہ شریعت میں ممنوع ہے اس لیے
کہ شریعت مطہرہ میں غیر مخصوص کو مخصوص کرنا بھی ایک ناجائز امر ہے۔
تمام عبادات دو انواع پر مشتمل ہیں:

(1) کچھ اذکار و عبادات ایسی ہیں کہ شریعت میں اُن کا ایک خاص طریقہ اور وقت

مقرر ہے۔ ان عبادات کو اس طریقے یا وقت کی رعایت کے بغیر ادا کیا جائے تو وہ

بجائے عبادت و موجب رضائے الہی بننے کے ضلالت اور سبب عتاب بن جاتی ہیں۔

(2) کچھ اذکار و عبادات ایسی ہیں کہ شریعت نے اُن کے لیے کسی خاص وقت

اور طریقے کو ضروری قرار نہیں دیا۔ ان اذکار و عبادات کو ادا کرنے کے لیے اپنی طرف

سے کوئی خاص وقت یا کسی ایک طریقے کو لازم قرار دے لینا جہالت و بدعت ہے

اور اتباع شریعت کی بجائے اتباع نفس و ہویٰ ہے۔ اور باوجود خلوص اور نیت کے

صحیح ہونے کے اس عبادت پر کوئی ثواب نہیں ملتا کیونکہ اگر اس عبادت کو ادا کرنے کے لیے یہی طریقہ بہتر ہوتا تو خود شارع علیہ السلام اس طریقے کو تعین فرمادیتے ورنہ تکمیل دین کا دعویٰ بے معنی ہو کر رہ جاتا۔ بنا بریں مذکورہ بالا طریقہ ایصال ثواب (مروجہ حیلہ اسقاط) کا طریقہ اگر واقعی دین ہوتا اور کسی وقت کے ساتھ مخصوص عبادت تو شریعت خود ہی اس کی تعین فرمادیتے شریعت مطہرہ کا حیلہ اسقاط سے خاموشی اس بات کی بین دلیل ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط دین کا حصہ نہیں اور نہ ہی ایصال ثواب کا یہ طریقہ درست ہے ورنہ شریعت خود ہی اس کا امر فرمادیتے ہیں۔ اور یہ بات گزری چکی ہے کہ شریعت مطہرہ میں کہیں پر بھی (قرآن و حدیث میں) مروجہ حیلہ اسقاط کا ذکر نہیں۔ بنا بریں یہ مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔

دسواں سبب عدم جواز

تدفین میں تاخیر کا باعث ہے

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ میت کو جتنا جلدی ہو سکے دفن کیا جائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔

(1) نماز جب اُس کا وقت ہو جائے

(2) جنازہ جب تیار ہو جائے۔

(3) بے نکاحی عورت جب اُس کے جوڑ کا خاوند مل جائے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ: جب تم میں سے کوئی مرے تو اُسے طرہ رو کر اور جلدی دفن کے لیے لے جاؤ۔ (پس اطاعت ہی ﷺ کی ہے کہ میت کے

نفل، نماز اور دفن میں جتنی ہو سکے جلدی کرنی چاہیے۔)

تنویر الابصار میں ہے:

کروہ تأخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ

الجمعة۔ (درمختار شرح تنویر الابصار، باب صلوۃ الجنائز)

ترجمہ: اس خیال سے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نماز جنازہ میں شریک ہوگی، نماز جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

مندرجہ عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نیت سے کہ میت کی نماز اور دفن میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں، نماز جنازہ کو جمعہ کی نماز تک مؤخر کرنا بھی مکروہ ہے۔ حالانکہ کثرت نمازی کے سبب میت کی مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے، پھر بھی ایسا امید بھرا کام صرف دفن میں تاخیر کی وجہ سے مناسب نہیں، پس مروجہ حیلہ اسقاط جس کی وجہ سے تقریباً گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ تا فین میں تاخیر ہوتی ہے کا اہتمام کرنا (جو تدفین میں تاخیر کا باعث ہے) جائز نہیں ہوگا۔

گیارہواں سبب عدم جواز

ایک مباح امر میں مبالغہ آرائی ہے

مروجہ حیلہ اسقاط کو فی نفسہ مباح کہنا بھی ہمیں مسلم نہیں (کیونکہ ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ معاملہ مباح و ثواب نہیں بلکہ امر معصیت ہے پھر بھی) بالفرض اگر اس کو مباح مان بھی لیں تو بھی یہ (مروجہ حیلہ اسقاط) امر ناجائز ہوگا اور اس کی وجہ یہی ہوگی کہ آج کل عام افراد نے اس کو وجوب کا درجہ دے رکھا ہے اور نہ کرنے والوں پر سخت نکیر

و تنقید کی جاتی ہے اور مباح تو درکنار جب ایک امر مستحب کا درجہ اس کے مستحب ہونے سے بڑھ جائے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے:

مجمع البحار میں ہے: واستنبط منه ان المندوب يتقلب مكروها اذا خيف ان يرفع عن رتبته (مجمع البحار ج ۲ ص ۲۴۴)
 اُمورِ خیر کو جانبِ یمین سے شروع کرنا مستحب ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس کا کافی اہتمام دیکھ کر واجب سمجھ لینے کے ڈر سے مکروہ ہونے کا حکم فرمایا چنانچہ فتح الباری میں ہے:

قال ابن المنير ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبته لان التيامن مستحب في كل شيء اي من امور العبادة لكن لما خشى ابن مسعود رضي الله عنه ان يعتقده جوبه اشار الى كراهة. والله اعلم
 (فتح الباری شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۱)
 اسی طرح مجالس الابرار میں ہے:

كل مباح ادى الى هذا فهو مكروه حتى افتي بعض الفقهاء حين شاع صوم ايام البيض في زمانه بکراهته لن لا يؤدى الى اعتقاد الواجب مع ان صوم ايام البيض مستحب۔ اور جو امر مباح اس حد تک پہنچ جائے کہ لوگ اس کو ضروری اور واجب کے درجہ میں سمجھنے لگیں اور نہ کرنے والوں پر طعن کرنے لگیں وہ مکروہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض

فقہاء نے جب اُن کے زمانے میں ایام بیض کے روزوں کا زیادہ اہتمام ہونے لگا تو اس کے مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا تا کہ واجب اعتقاد کر لینے تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ باوجود یہ کہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں۔ (مجالس الابرار م ۵۰ ص ۹۹۲) پس چونکہ لوگ مروجہ حیلہ اسقاط کو وجوب کا درجہ دیتے ہیں اور نہ کرنے والوں پر طعن و تنقید کرنے ہیں لہذا اس کا غیر شرعی ہونا بالکل اظہر من الشمس ہوا۔

بارہواں سبب عدم جواز

اہل بدعت کا شعار ہے

اس طرح اہل بدعت کا شعار ہونے کی وجہ سے بھی مروجہ حیلہ اسقاط کے عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا چنانچہ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

مهما صارت السنة شعارا لاهل البدعة قلنا يتركها
خوفا عن التشبيه بهم..

جب کوئی سنت بدعتیوں کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم اُن کے مشابہ بن جانے کے خوف سے اس کے ترک کا حکم دین گے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۷۰) اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مروجہ حیلہ اسقاط اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور اسی عمل سے اہل بدعت کو پہنچانا جاتا ہے۔ فافہم یا اولی الالباب

تیر ہواں سبب عدم جواز

فساد عقیدہ

اس مروجہ حیلہ اسقاط کی عدم جواز کی ایک وجہ عوام الناس ایک غیر دین کو دین کا جز سمجھ لیتے ہیں اور یقیناً یہ امر کہ ایک غیر دین کو دین سمجھا جائے باتفاق علماء کفر ہے۔ بنا بریں بھی مروجہ حیلہ اسقاط کے عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

خلاصہ کلام

الفرض اہل بدعت کا یہ عمل نہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے اور نہ ہی اقوال صحابہؓ سے ثابت ہے اور نہ ہی ائمہ اربعہؓ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کے اقوال سے مروجہ حیلہ اسقاط ثابت ہے۔ پس اس کا غیر شرعی ہونا بالکل واضح ہے اور اس کا بدعت ہونا بھی اظہر من الشمس ہے۔ اس لیے کہ دین اسلام خدائی دین ہے، اس کے احکام کسی کے گھڑے ہوئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو احکام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے اُن کا نام ہی شریعت محمدی ﷺ ہے، لہذا دینی کام ہونے نہ ہونے کا دار و مدار قرآن و حدیث اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے، معمولات اور آپ ﷺ کی ہدایت پر ہے، عقل و خواہش اور ارادہ و اختیار پر نہیں۔

فتاویٰ جات



کفایۃ المفتی جلد چہارم میں ہے:

حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ بہت سی خرافات اور مکروہات پر مشتمل ہے اس لیے اس کو علماء
حقانین منع کرتے ہیں۔۔ جو عبارت فتاویٰ سمرقندی سے نقل کی (گئی) ہے قابل اعتماد
اور مستند نہیں جو روایات اس میں مذکور ہیں ناقابل یقین ہیں بلکہ بعض تو موضوع ہیں
۔ (کفایۃ المفتی جلد چہارم کتاب الجنازہ صفحہ نمبر ۱۳۳)

خیر الفتاویٰ میں ہے:

اسقاط مروج ناجائز اور بدعت ہے چند وجوہ سے۔ قال فی الشامیۃ: ونص
علیہ فی تبیین المحارم فقال لا یجب علی الولی فعل
الدوران وان اوصی بہ المیت لانہا وصیۃ بالتبرع
والواجب علی المیت ان یوصی بما یشاء بما علیہ ان لم
یضق الثلث عنہ فان اوصی باقل وامر بالدور وترك بقیۃ
الثلث للورثۃ او تبرع بہ لغيرہم فقد اثم بترك ما وجب
علیہ وبہ ظہر حال وصایا اہل زماننا فان الوجد منهم
یکون فی ذمتہ صلوات کثیرۃ وغیرہا من زکوۃ واصلاح

وایمان و اوصی لذلک بدر اہم یسیرۃ ویجعل معصم
وصیلہ لشرائۃ الختمات والتهالیل الی نص علمائنا
علی عدم صحت الوصیۃ بہا الخ شامیۃ جلد ۱ ص ۵۱۲۔
(۱) جب وصیت کے باوجود ولی کے ذمہ ضروری نہ ہوا تو عدم وصیت کے وقت
کیسے ضروری ہوگا۔

(۲) جس اسقاط کی اجازت منقول ہے اس کی شرط یہ لکھی ہے جبکہ وہ فقیر کے لیے
ہو یا ثلث سے فدیہ ادا نہ ہو سکتا ہو۔ یہ صورت کبھی اتفاقاً پیش آتی ہے۔ اسے مستقل ہر
میت کے حیلہ بنالینا درست نہیں، درمختار میں ہے۔ ولو لم یتـرک
مالا یستقرض وارثہ الخ (شامی ج ۱ ص ۶۸۷)۔
(۳) حیلہ کے جواز میں تملیک فقیر ضروری ہوتی ہے۔ وہ مروجہ اسقاط میں صحیح معنوں
میں نہیں ہوتی۔

(۴) اس سے عوام کو گویا ترک صلوٰۃ و صوم پر دلیر بنانا ہے کہ خواہ ساری عمر نماز
نہ پڑھے۔ آخر میں یہ عمل کر کے گویا اسے بری کر دیا ہے۔

(۵) اسے اعمال تکفین کا جزء سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

(۶) اگر کوئی شخص مثلاً افلاس کی حالت میں فوت ہو گیا تو اسقاط کرنے کے لیے
قبرستان کی تخصیص کیوں کی جاتی ہے لہذا یہ فعل واجب التـرک ہے۔ روکنے والے
کو کافر کہنا انتہائی قبیح فعل ہے۔

(خیر الفتاویٰ جلد سوم صفحہ نمبر ۳۱۲، ۳۱۳)

فتاویٰ مفتی محمود میں ہے:

اسقاط کا عام طور پر جو طریقہ مروج ہے وہ ناجائز اور بدعت ہے قال فی الشامیة: ونص علیہ فی تبیین المحارم فقال لا یجب علی التولی فعل الدور ان وان اوصی به المیت لانها وصیة بالتبرع والواجب علی المیت ان یوصی بما ینی بما علیہ ان لم یضق الثلث عنه فان اوصی باقل وامر بالدور وترك بقیة الثلث للورثة اوتبرع به لغيرهم فقد اثم بترك ما وجب علیہ وبه ظهر حال وصایا اهل زماننا فان الواحد منهم یكون فی ذمته صلوات كثيرة و غیرها من زکوۃ واضاح وایمان ویوصی لذلک بدراهم یسیرۃ ویجعل معظم وصیتہ لقراءۃ الختمات والتهالیل التی نص علمائنا علی عدم صحة الوصیة بها۔

شامی باب قضاء الفوائت ص ۵۴۲ ج ۱)

شامی وغیرہ میں حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ مثلاً ایک مہینہ کی نمازوں کا اندازہ کر کے ایک فقیر کو تملیک کر دیا جائے اور فقیر اس کو قبول کرنے کے بعد پھر وارث کو ہبہ کر کے تملیک کر دے اور اس طرح چند بار اس ایک یا کسی اور فقیر کو تملیک کر کے ہر فقیر کو آخر میں بقدر فدیہ دیدے۔ وانما یعطی (من ثلث مالہ) ولولم یتترك ما لا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلاً یدفعیہ للفقیر

ثم يدفع الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم۔ (در مختار ص ۱۲۴ ج ۱) واضح رہے کہ شامی یادگیر فقہاء نے جو اجازت دی ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ خیلہ اس وقت جائز ہے جب کہ ثلث سے فدیہ ادا نہ ہو سکتا ہو اور یہ ہی صورت بھی اتفاقاً پیش آتی ہے اسے مستقل رسم بنالینے کی اجازت نہیں فقط۔ (فتاویٰ مفتی محمود جلد سوم صفحہ نمبر ۱۶۳، ۱۶۴)

مولانا یوسف لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: جس شکل میں یہ حیلہ (اسقاط) آج کل رائج ہے یہ خالص بدعت ہے، اور نہایت قبیح بدعت۔۔۔ اور اس بدعت کے لیے قرآن کریم کا استعمال بلاشبہ قرآن کریم کی بے حرمتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل (جلد چہارم) میت کے احکام صفحہ نمبر ۲۹۹، ۳۰۰)

احسن الفتاویٰ جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۹ پر مرقوم ہے:

(سوال: اسقاط مروج کا کیا حکم ہے؟ نور الایضاح میں جائز لکھا ہے۔)

جواب: جائز نہیں۔ قال فی الشامیہ ونص علیہ فی تبیین المحارم فقال لا یجب علی الولی فعل الدوران وان اوصی بہ المیت لانہا وصیۃ بالتبرع والواجب علی المیت ان یوصی بما ینفی بما علیہ ان لم یضق الثلث عنہ فان اوصی باقل وامر بالدور وترك بقیۃ الثلث للورثۃ او تبرع بہ لغيرہم فقد اثم بترك ما وجب علیہ وبہ ظهر حال

وصایا اہل زماننا فان الواحد منهم یكون فی ذمته صلوات
 كثيرة وغیرها من زکوة وایضاح وایمان ویوصی لذلك
 بدرأهم یسیرة ویجعل معظم وصیته لقراءة الختمات
 والتهالیل التي نص علمائنا علی عدم صحة الوصية
 بها الخ (ردالمختار ج ۱ باب القضاء الفوائت)
 شامی یادگیر فقہاء تے جو اجازت دی ہے اسمیں تصریح ہے کہ یہ حیلہ اس وقت جائز ہے
 جبکہ ثلث سے فدیہ ادا ہو سکتا ہو اور یہ صورت کبھی اتفاقاً پیش آ جاتی ہے اسے مستقل رسم
 بنالینے کی اجازت نہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس حیلہ سے عوام کا عقیدہ فاسد نہ ہو،
 اس وقت جو اسقاط مروّج ہے اس میں اولاً تملیک فقراء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس
 سے تملیک متحقق نہیں ہوتی ثانیاً اس سے فساد عقیدہ لازم آتا ہے کہ عوام گناہوں پر دلیر
 ہو جاتے ہیں اور صوم و صلوة کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ثالثاً اس کا ایسا التزام
 کیا جاتا ہے کہ اسے بھی اعمال تکفین میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جاتا ہے۔ التزام
 کرنے سے مباح بلکہ مندوب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے کما صرح بہ فی الشامیہ وغیرہا
 ۔ رابعاً ثلث مال سے فدیہ ادا نہیں کیا جاتا، حالانکہ اتمام ثلث تک فدیہ کی وصیت کرنا
 اور اس کا ادا کرنا لازمی ہے۔ اتمام ثلث کے بعد بھی فدیہ باقی رہے تو اس حالت میں
 فقہاء نے حیلہ کی اجازت دی تھی مگر فی زماننا فساد عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔
 (احسن الفتاویٰ جلد اول باب رد البدعات صفحہ نمبر ۳۴۹، ۳۵۰)

مسائل رفعت قاسمی میں مرقوم ہے:

یہ طریقہ اسقاط معاصی (گناہ معاف کرانے) کا بے اصل ہے۔ بدعت اور ناجائز ہے۔
 --- کتاب وسنت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور نہ فقہاء نے لکھا بلکہ جو طریقہ
 آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اس کے خلاف ہے اور قرآن کریم
 کی بے حرمتی بھی، اس کو چھوڑنا چاہیے۔ (مسائل رفعت قاسمی، مسائل میت مکمل و مدلل
 مسائل میت صفحہ نمبر ۸۲)

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس ملاؤں
 کے واسطے مقرر ہو گیا ہے حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں مفلس کے
 واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ دنیا دلی
 کا ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ کتاب العلم صفحہ نمبر ۱۵۹)

فتاویٰ بینات میں ہے:

مروجہ حیلہ اسقاط مبتدعین کی ایجاد کردہ بدعت ہے، اس کا ثبوت نہ قرآن کریم میں ہے
 ، اور نہ احادیث مبارکہ میں، اور نہ ہی فقہاء کرام میں سے کسی فقیہ سے اس کا ثبوت
 ملتا ہے۔ اس حیلہ میں اور فقہاء کرام کے لکھے ہوئے حیلہ میں بہت بڑا فرق ہے۔
 فقہاء نے جو حیلہ کی صورت لکھی ہے، وہ صرف اس شخص کے لیے ہے کہ جس کے
 مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس کی فوت شدہ نمازوں اور روزوں وغیرہ کی ادائیگی

کا متحمل نہ ہو اور ورنہ اس کی طرف سے قہر ادا کرنا چاہیے تو اس کے لیے حیلہ کی صورت لکھی ہے۔

پانچویں مراقبہ الفلاح میں ہے:

اراد احد التبرع بقليل لا يكفى فحيلته لابراء ذمة الميت عن
جميع ما عليه ان يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشي
، من صيام او صلاة او نحوه ويعطيه للفقير بقصد اسقاط
ما يرد عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ثم بعد قبضه
يهبه الفقير للولى او لاجنبى ويقبضه لتتم الهبة وتملك
ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الاستقاط مقبراً به عن
الميت فيسقط عن الميت بقدره ايضاً ثم يهبه الفقير للولى
او لاجنبى ويقبضه ثم يدفعه الولى للفقير مقبراً عن
الميت وهكذا يفعل مراراً حتى يسقط ما كان يظنه على
الميت من صلاة او صيام (حاشية الطحطاوى على مراقب
الفلاح. فصل فى اسقاط الصلوة والصوم، ص ۲۳۹)
اور آج کل غریب تو غریب مال داروں کے لیے بھی حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے، حالانکہ
مرنے والے کے ترکہ سے اس کا قہر ادا کرنا آسانی سے ممکن ہے لہذا یہ حیلہ آج کل
درست نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے جو صورت لکھی ہے وہ بھی صرف مباح کی حد تک ہے، جبکہ آج کل

اس کو ایک مستقل عبادت سمجھ کر التزام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

نیز فقہاء کرام کے حیلے میں قرآن کریم گھمانے کی کوئی تصریح نہیں ہے، جبکہ آج کل سارا مدار اسی پر ہے اور قرآن مجید کے بغیر یہ حیلہ کرتے ہی نہیں۔ فقہاء کرام کے ذکر کردہ حیلہ اسقاط سے اکثر لوگ بلکہ بعض علماء بھی ناواقف ہیں نیز فقہاء کے عمل سے صرف مباح ہونا معلوم ہوتا ہے، نہ کہ واجب یا سنت وغیرہ، جبکہ آج کل لوگ اس کو ضروری قرار دے کر نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع اور انہیں ملامت کرتے رہتے ہیں اور کوئی مباح عمل جب اس حد تک پہنچ جائے تو اس کا ترک کرنا لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مرقاة المفاتیح میں ہے:

من اصر علی امر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل
بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف
من اصر علی بدعة او منكر
(مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الدعاء فی
التشهد الفصل الاول - الاصرار علی امر المندوب...)
... مروجہ حیلہ اسقاط کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ بینات جلد اول
کتاب العقائد صفحہ نمبر ۵۷۵)

فتاویٰ عثمانی میں ہے:

حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ شرعاً بے اصل ہے، اس کے بارے میں اصل حکم شرعی یہ ہے
کہ نماز روزے جو میت کے ذمے رہ گئے ہوں، اُن کا فدیہ ادا کیا جائے اگر میت نے

وصیت کی ہو، اور اس کے لیے مال بھی چھوڑا ہو تو ورثاء کے لیے ایسا کرنا واجب ہے
ورنہ واجب نہیں بہتر ہے۔ کذانی عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۷۰
(فتاویٰ عثمانی جلد اول کتاب السنۃ والبدعہ صفحہ نمبر ۱۱۶)

قول فیصل

جو حیلے حرام اور مکروہ ہوں مفتی کو اُن کا اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ
حافظ ابن القیمؒ تحریر فرماتے ہیں:

لا یجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمۃ والمکروہۃ ولا تتبع
الرخص لمن اراد نفعه فان تتبع ذلك فسق
وحرام استفتاءہ (اعلام الموقعین ج: ۲ ص: ۲۵۸)
حرام اور ناجائز حیلوں کی تلاش و جستجو مفتی کے لیے درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے
شخص کے لیے رخصتوں کی جستجو میں پڑنا بھی جائز نہیں ہے جو ناجائز نفع اٹھانے کا
ارادہ رکھتا ہو، کیونکہ یہ فسق ہے اور اس طرح کا استفتاء حرام ہے۔
طحاوی میں ہے:

ویحرم التساہل فی الفتویٰ واتباع الحیل ان فسدت

الاعراض (طحاوی علی الدر المختار ج: ۳ ص: ۱۷۵)

فتویٰ میں تساہل اور حیلوں کی پیروی جب اغراض فاسدہ کے پیش نظر ہو حرام ہے۔

اور مندرجہ بالا مروجہ حیلہ اسقاط کے مفاسد تو بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ پس

اُن مفاسد ظاہرہ کے باوجود کسی مفتی کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ مروجہ حیلہ اسقاط

کے جواز کا فتویٰ صادر فرمائیں بصورت دیگر (یعنی فتویٰ دینے کی صورت میں وہ مفتی صاحب) عند اللہ مجرم و گناہ گار ہوں گے۔

والله اعلم بالصواب وافوض امری الى الله... ربنا تقبل
مننا انک انت السميع العليم وتب علينا انک انت
التواب الرحيم وصلى الله تعالى على خير خلقه
محمد وآله واصحابه واهل بيته اجمعين ومن تبعهم
بإحسان الى يوم الدين يا ارحم الراحمين
يا ارحم الراحمين يا ارحم الراحمين

☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا احمد علی مردانی کی چند

تصنیفات و تالیفات

سیرت عشرہ مبشرہ	
سیرت ائمہ اربعہ	
گستاخ رسول ﷺ کا عبرتناک انجام	
غائبانہ نماز جنازہ اور اُس کی شرعی حیثیت	
حضرت امیر معاویہ کا مختصر تعارف	
مجموعہ رسائل (چھ رسائل)	

ناشر: مکتبہ عشرہ مبشرہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مروجہ حیلہ اسقاط

کی شرعی حیثیت
قرآن اور حدیث کی روشنی میں

الحق اکیڈمی

خورہ بانڈہ مردان

0321/0312-9818511

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library